ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جون ۱۹۹۲ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

ماھنامہ

انصار اللہ ربوہ

جون ۱۹۹۲ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:- قاضی منیر احمد

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی - ربوہ

اِس شمارہ میں

جلد نمبر ۳۳

شمارہ نمبر ۶

شرح چندہ

پاکستان ——— تیس روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ——— تین روپے

احبابِ جماعت اپنی عورتوں سے حسنِ سلوک کریں تو یہ میرے لئے حقیقی خوشی کا پیغام ہوگا

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۵ اپریل ۱۹۹۲ء کو اسلام آباد (برطانیہ) میں جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعض حصے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ 'اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے' کی وفات کے ضمن میں فرمایا :-

"(ایک خدائی خبر حضرت بانی سلسلہ کو ایسی ملی) جس کے متعلق آپ نہیں سمجھ سکے کہ کیا مراد ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ میری یہ سوچ درست ہے کہ اس کا اس عید سے تعلق ہے۔ آپ نے فرمایا "آج رات خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ لڑکے کہتے ہیں کہ عید کل تو نہیں پرسوں ہوگی"۔ (تذکرہ صفحہ ۱۹۹۔ ایڈیشن اکتوبر ۱۹۶۹ء مطبوعہ ربوہ)

غم کا دن اور عید کی خوشیاں

جب پرسوں میری اہلیہ کی وفات ہوئی تو اس وقت فوری طور پر میرے ذہن میں پہلا خیال یہ آیا کہ اگر جنازے کی تیاری عید سے پہلے نہ ہو سکی تو ایک رنگ میں عید میں خلل واقع ہو جائے گا اور اگرچہ عید تو بہر حال منائیں گے لیکن اس عید میں دل پر ایک بہت ہی سخت تکلیف کی کیفیت بھی بے اختیار طاری رہے گی۔ جنازہ گھر میں پڑا ہو اور عید منائی جارہی ہو اور پھر جنازے کو بے وجہ ٹالا بھی جائے کہ عید کے بعد پڑھا جائے تو اس وقت میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے کہ اس نے دو دن پہلے وفات دی ہے اور کل عید نہیں بلکہ پرسوں عید ہوگی اور میں امید رکھتا ہوں کہ کل ہی جنازہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد یہ (خدائی خبر) میرے سامنے پیش (کی گئی) تو میری فکروں کے مطابق ایک جواب تھا کہ عید کل نہیں پرسوں ہوگی"۔

"ایک اور (خدائی خبر) بھی ہے جس کا اس کے ساتھ تعلق ہے اور وہ بھی عید کے دن (ملی) وہ (تھی) : "زندگی بارام ہو جانا پہلی زندگی سے" (تذکرہ صفحہ ۶۹۴۔ ایڈیشن اکتوبر ۱۹۶۹ء۔ مطبوعہ ربوہ)

معلوم ہوتا ہے یہ بھی عید سے پہلے کوئی ایسی وفات ہے جس کا عید سے تعلق ہے اور پہلی زندگی سے موجودہ زندگی جو

آخرت کی زندگی اور خدا کے حضور کی زندگی ہے وہ زیادہ بہتر اور آرام دہ ہے اور اس میں کوئی بھی شک نہیں۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا۔ (خدائی خبر ملی) "آمدن عید مبارک بادت۔ (تمہیں عید کی آمد بہت بہت مبارک ہو) عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو"۔ (تذکرہ صفحہ ۷۴۰۔ ایڈیشن اکتوبر ۱۹۶۹ء مطبوعہ ربوہ)

"اگر کوئی سچا احمدی ہے' میری بات سن رہا ہے اور میری بات کا اس کے دل پر اثر ہو سکتا ہے تو اس عید کے وقت میں اسے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی زندگی میں ایک انقلاب برپا کرے۔ پھر اسے سچی عید نصیب ہوگی۔ ایک مظلوم لڑکی جو کسی کی بیٹی ہے' کسی کے ناز کی پالی ہوئی بیٹی ہے کسی اور کے گھر میں جا کر اس کے رحم و کرم پر آجائے۔ اور اسے ظلم کا نشانہ بنایا جائے یہ بہت بڑا گناہ ہے کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔ ایسا شخص اگر باز نہیں آئے گا تو اسے عذاب الیم کی خوشخبری دیتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ مرنے کے بعد اس کی زندگی دردناک عذاب میں مبتلا ہوگی۔ اس دنیا میں بھی اگر ہوش جائے تو ہوش آنے پر انسان کو بہت تکلیف ہوتی ہے"۔

"میں نے عمر بھر یہی کوشش کی کہ مجھ سے کوئی ظلم سرزد نہ ہو۔ کوئی ناجائز تکلیف نہ پہنچی ہو لیکن اپنی بیوی کی بیماری میں فلم کی طرح ساری زندگی کے ایسے واقعات میری آنکھوں کے سامنے آتے رہے جن میں میں سمجھتا ہوں کہ دانستہ یا نادانستہ' جائز یا ناجائز طور پر میں ان کے لئے دکھ کا موجب بنا۔ بے اختیار بار بار استغفار کرتا رہا۔ میرے لئے مشکل یہ تھی کہ میں ان سے معافی نہیں مانگ سکتا تھا۔ کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ اس سے وہ سمجھیں گی کہ میرا وقت قریب آگیا ہے۔ عام طور پر وقت قریب آنے پر معافیاں مانگی جاتی ہیں۔ اس لئے خدا سے معافی مانگتا رہا کہ اے خدا! جو بھی وقت گزر گیا اگر اس میں میری طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے تو تو مجھے معاف فرما دے اور ان کی روح کو تحریک فرما کہ یہ مجھے معاف فرما دیں۔ اگر ان کی طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے تو خدا کی قسم! میرے دل سے سب داغ مٹ چکے ہیں اور اب میں کلیتہً راضی ہو کر ان کو رخصت کرنے والا ہوں۔ یہی دعائیں تھیں جو مجھے بے چین رکھتی رہیں اور اس دوران مجھے ان مظلوم عورتوں کا خیال آتا رہا جن کے خاوند ابھی بھی غفلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان کو احساس ہی نہیں کہ وہ کس حالت میں اپنی عورتوں سے سلوک کرتے ہیں اور میں نے سوچا کہ میں اس عید کے تحفہ کے طور پر یہ نصیحت ضرور احمدیوں کو کروں گا کہ خدا کے لئے اپنے معاشرے کو جنت نشان معاشرہ بنائیں (-) اس لئے آج اگر آپ اس غم میں میرے شریک ہیں۔ آپ اگر تعزیت کے خط لکھنے کی سوچ رہے ہیں تو میری سب سے بڑی تعزیت یہ ہے کہ مجھے جماعت کی طرف سے یہ تسکین ملے' یہ خوشی کی خبر نصیب ہو کہ ہمارے مرد ہماری عورتوں کے لئے نرم گوشے اختیار کر چکے ہیں۔ اپنے گھروں کو جنت بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ ان کی غلطیوں سے عفو اور درگزر کرنے والے ہیں۔ ان کو سچے شکر کی پیار اور محبت سے تلقین کرنے والے ہیں اور سختی کی ساری باتیں جو ہمارے گھروں میں رائج ہو چکی ہیں انہیں یک قلم موقوف کر دیا جائے۔ خدا کرے یہ عید ہمیں نصیب ہو تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ (دین حق) کی فتح کی عید بھی اس عید کے ساتھ گہرا

تعلق رکھتی ہے۔ اگر احمدی معاشرہ گھروں کو جنت نشان بنا دے گا تو خدا کی قسم! آپ ضرور غالب آئیں گے اور دیر کی بجائے جلد غالب آئیں گے۔ کیونکہ یہی وہ عملی نمونہ ہے جس کی آج دنیا منتظر ہے اور سوائے احمدی گھروں کے کسی اور گھر سے یہ ان کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے"۔

(الفضل ۱۷ر جون ۱۹۹۲ء)

❀ ❀ ❀

واقفین زندگی کی اشد ضرورت ہے

سیدنا حضرت المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ ۳ اپریل ۱۹۸۷ء میں فرماتے ہیں۔

"دوست یاد رکھیں کہ وقف زندگی دراصل سنت انبیاء ہے۔ انبیاء کے بچوں سے زیادہ دنیا میں اور کوئی معزز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بچے اس عاجزی سے وقف کئے ہیں۔ اس طرح گریہ زاری کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے اور روتے ہوئے وقف کئے ہیں کہ انسان ان کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔

احمدیت کی اگلی صدی میں واقفین زندگی کی اشد ضرورت ہے۔ جماعت کے ہر طبقہ سے لکھوکھہا تعداد میں واقفین زندگی آنے چاہئیں جن کو دراصل ہم خدا کے حضور اس نیت کے ساتھ تحفہ کے طور پر پیش کر رہے ہوں کہ ان کی صلاحیتوں سے بعد ازاں اگلی صدی کے لوگوں نے فائدہ اٹھانا ہے۔ تو یہ ایک تحفہ ہے جو ہم نے اگلی صدی کو دینا ہے اس لئے جن کو بھی توفیق ملے وہ اس تحفے کے لئے تیار ہو جائیں"۔

جن والدین کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا ہے ان سے درخواست ہے کہ وہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے تحت اپنے بچے وقف کے لئے پیش کریں نیز جن والدین کے وقف زندگی بچوں نے اس سال میٹرک کا امتحان دیا ہے وہ بھی جلد اطلاع دیں تاکہ ان کے بچوں سے براہ راست بھی خط و کتابت کی جا سکے۔

وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ

"ہمارا انتہائی مقصد یہ ہوگا کہ ہر احمدی، مرد ہو یا عورت، قرآن کریم صحت کے ساتھ سکھانے والا استاد بن جائے"۔
(فرمودہ جولائی ۱۹۹۱ء)

عربی منظوم کلام

وَقَدْ أُعْطِیْتُ بُرْهَانًا کَرُمْحٍ　　وَثَقَّفْنَاهُ تَثْقِیْفَ الْعَوَالِیْ

اور مجھ کو نیزے کے سے دلائل دیئے گئے ہیں اور ہم نے اُن کو ایسا تیز کیا ہے جیسا نیزہ کی انّی کو تیز کیا جاتا ہے

فَلَا تَقْفُ الظُّنُوْنَ بِغَیْرِ عِلْمٍ　　وَخَفْ اَخْذَ الْمُحَاسِبِ ذِی الْجَلَالِ

تُو لاعلمی کے باعث ظنّ کے پیچھے مت لگ اور ذوالجلال حساب لینے والے کی پکڑ سے ڈر

وَاِنْ نَاضَلْتَنِیْ فَتَرٰی سِهَامِیْ　　وَمِثْلِیْ لَا یَفِرُّ مِنَ النِّضَالِ

اور اگر تُو مجھ سے جنگ کرے تو میرے تیروں کو دیکھے اور مجھ سا کبھی مقابلہ سے بھاگا نہیں کرتا

سِهَامِیْ لَا تَطِیْشُ بِوَقْتِ حَرْبٍ　　وَسَیْفِیْ لَا یُغَادِرُ فِی الْقِتَالِ

جنگ میں میرے تیر خطا نہیں جاتے اور میری تلوار لڑائی میں کسی کو چھوڑتی ہی نہیں

فَاِنْ قَاتَلْتَنِیْ فَاُرِیْكَ اَنِّیْ　　مُقِیْمٌ فِیْ مَیَادِیْنِ الْقِتَالِ

اگر تُو مجھ سے جنگ کرے تو مَیں تجھے دکھا دوں کہ مَیں کیسا میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہنے والا ہوں

فَاِنْ حَرْبًا فَحَرْبٌ مِثْلَ نَارٍ　　وَاِنْ سِلْمٌ فَسِلْمٌ كَالزُّلَالِ

اگر تم جنگ کرو تو ادھر بھی آتشیں جنگ تیار ہے اور اگر آشتی کرو تو اِدھر بھی آبِ شیریں جیسی آشتی موجود ہے

وَحَرْبِیْ بِالدَّلَائِلِ لَا السِّهَامِ　　وَقَوْلِیْ یَهْذِمُ شَاجَّ الْقَذَالِ

اور میری جنگ دلائل کے ساتھ ہے نہ تیروں کے ساتھ اور میرا کلام تیغِ بُرّان ہے جو کھوپریوں کو زخمی کرتی ہے

(دُرِّثمین عربی مترجم صفحہ ۹۰۸)

فارسی منظوم کلام

نے بعلمش کس رسید و نے بزور
در شکستہ کبرِ ہر متکبرے

نہ اُس کے علم تک کوئی پہنچا نہ اُس کی طاقت تک۔ اُس نے ہر متکبر کے تکبّر کو توڑ کر رکھ دیا

او چہ مے دارد بمدحِ کس نیاز
مدحِ او خود فخرِ ہر مدحت گرے

اُسے کسی کی تعریف کی کیا حاجت ہے۔ اُس کی مدح ہر مدحت گر کے لئے باعثِ فخر ہے

ہست او در روضۂ قدس و جلال
و ز خیالِ مادحاں بالاترے

وہ پاکیزگی اور جلال کے گلستان میں متمکن ہے اور تعریف کرنے والوں کے وہم سے بالاتر ہے

اے خدا بر وے سلامِ ما رساں
ہم براخوانش ز ہر پیغمبرے

اے خدا ہمارا اسلام اُس تک پہنچا دے نیز اُس کے بھائی ہر پیغمبر پر

ہر رسولے آفتابِ صدق بود
ہر رسولے بود مہرِ انورے

ہر رسول سچائی کا سورج تھا۔ ہر رسول نہایت روشن آفتاب تھا

ہر رسولے بود ظلّے دیں پناہ
ہر رسولے بود باغے مثمرے

ہر رسول دین کو پناہ دینے والا سایہ تھا اور ہر رسول ایک پھل دار باغ تھا

گر بدُنیا نامدے ایں خیلِ پاک
کارِ دیں ماندے سراسر اَبترے

اگر یہ پاک جماعت دُنیا میں نہ آتی تو دین کا کام بالکل ابتر رہ جاتا

(درِّثمین فارسی صفحہ ۱۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ــــ اور ــــ غزوات

ایفائے عہد

(محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم۔ اے۔ ایم لٹ (آکسن)

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا (بقرہ: ۱۷۸)

ایفائے عہد یعنی وعدوں اور معاہدات کا پورا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خلق عظیم تھا جو آپ کی زندگی میں ایک نمایاں شان سے نظر آتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ اپنے عہد پورے کئے امن کی حالت میں بھی خوف کی حالت میں بھی۔ نہ صرف یہ کہ اپنے عہد پورے کئے بلکہ اس بات کی نگرانی کی کہ جو معاشرہ آپ قائم کر رہے تھے اس میں کسی رنگ میں کسی کی طرف سے بدعہدی نہیں ہوتی۔ جنگوں میں حضور کا یہ خلق اور نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے۔

II

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ۔ (باب وفاء العهد هيثمى بجمع الزوائد)

ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ عہد توڑنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور پھر اعلان کیا جائے گا کہ یہ عہد شکنی ہے یعنی عہد شکنی کی علامت کے طور پر ہے۔ جو فلاں نے کی جو فلاں کا بیٹا ہے۔

عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِيْ غَيْرِ كُنْهِهٖ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔
(باب فى الوفاء للمعاهد وحرمة ذمته) ايضًا

ابوبکرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بغیر وجہ کے کسی ایسے شخص کو مار ڈالا جس سے یا جس کی قوم سے یہ عہد و پیمان ہو چکا ہو کہ اس سے جنگ نہیں کی جائے گی اور ان کا قتل نہیں کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردے گا۔

III

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ اَنَّ اَبَا رَافِعٍ اَخْبَرَهٗ قَالَ
بَعَثَتْنِیْ قُرَیْشٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ فَلَمَّا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ اُلْقِیَ
فِیْ قَلْبِیَ الْاِسْلَامُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اَرْجِعُ
اِلَیْھِمْ اَبَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ
لَا اَخِیْسُ بِالْعَھْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلٰکِنْ اِرْجِعْ فَاِنْ کَانَ
فِیْ نَفْسِکَ الَّذِیْ فِیْ نَفْسِکَ الْاٰنَ فَارْجِعْ : قَالَ وَ ذَھَبْتُ
ثُمَّ اَتَیْتُ النَّبِیَّ فَاَسْلَمْتُ اَنَّ اَبَا رَافِعٍ کَانَ قِبْطِیًّا۔

(ابوداؤد باب فی الامام یُستجن بہ فی العھود)

ابو رافعؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے قریش نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جونہی میری نگاہ حضور پر پڑی میرا دل مسلمان ہوگیا اور میں نے حضور سے عرض کیا کہ حضور خدا کی قسم میں ان لوگوں کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤں گا (بلکہ آپ کے ساتھ چلوں گا) اس پر آپ نے فرمایا کہ میں عہد و پیمان نہیں توڑتا نہ میں قاصد کو قید کرتا ہوں۔ ہاں تم واپس جاؤ اور وہاں واپس جا کر بھی اگر تمہارے دل کی کیفیت وہی ہو جو یہاں اس وقت ہے تو واپس لوٹ آنا ابو رافع کہتے ہیں میں (مکہ) واپس لوٹ گیا اور پھر بعد میں میں نے حضور کے پاس آکر اسلام قبول کر لیا۔

حَدَّثَنَا حُذَیْفَةُ ابْنُ الْیَمَانِ قَالَ مَا مَنَعَنِیْ اَنْ اَشْھَدَ بَدْرًا
اِلَّا اَنِّیْ خَرَجْتُ اَنَا وَاَبِیْ حُسَیْلٌ قَالَ فَاَخَذَنَا کُفَّارُ قُرَیْشٍ
قَالُوْا اِنَّکُمْ تُرِیْدُوْنَ مُحَمَّدًا فَقُلْنَا مَا نُرِیْدُهٗ مَا نُرِیْدُ
اِلَّا الْمَدِیْنَةَ فَاَخَذُوْا مِنَّا عَھْدَ اللّٰہِ وَمِیْثَاقَهٗ لَنَنْصَرِفَنَّ
اِلَی الْمَدِیْنَةِ وَلَا نُقَاتِلُ مَعَهٗ فَاَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْنَاہُ الْخَبَرَ فَقَالَ اِنْصَرِفَا نَفِیْ لَھُمْ
بِعَھْدِھِمْ وَنَسْتَعِیْنُ اللّٰہَ عَلَیْھِمْ۔

(مسلم باب الوفاء بالعھد)

حضرت حذیفہؓ بن الیمان کہتے ہیں کہ کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ میں جنگ بدر میں شامل نہ ہوتا اگر میں نہیں ہوا تو

صرف اس وجہ سے کہ میں اور میرے والد حسیل مدینہ کے لئے نکلے لیکن کفار قریش نے ہمیں پکڑ لیا اور کہا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا رہے ہو تو ہم نے انہیں کہا کہ ہم تو صرف مدینہ جا رہے ہیں (حضور سے جا کر ملنا ہمارا مقصد نہیں) اس پر کفار قریش نے اللہ کا واسطہ دے کر ہم سے وعدہ لیا اور اس کے نام پر پختہ عہد ہم سے لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے لیکن حضور کے ساتھ شامل ہو کر جنگ نہیں کریں گے۔ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا اپنی جگہ واپس چلے جاؤ اور ہمارے ساتھ شامل نہ ہو جو تم نے ان سے وعدہ کیا ہے ہم اس کو پورا کریں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ خدا ان کے خلاف ہماری مدد کرے گا۔

جنگ میں دنیا ہر جائز اور ناجائز چیز کو اختیار کرتی ہے۔ جب لڑنے والے کے سامنے یہ سوال ہو کہ نقصان سے بچ کر فائدہ کس بات میں حاصل ہوتا ہے تو ہر فائدہ کی بات اختیار کر لی جاتی ہے اور نہ کسی عہد کا پاس کیا جاتا ہے نہ کسی اصول کا۔ لیکن حضور نے ہمیشہ اپنے عہدوں کا اور اپنے اصولوں کا پاس رکھا۔ وفاء عہد کی بات ہو چکی اب ایک اور پہلو دیکھیں اصل توکل خدا پر تھا۔ یہ اصول نہیں تھا کہ جہاں سے جس طرح جیسی مدد ملے لے لو اور اپنی طاقت کو بڑھاؤ۔ ایک شخص حاضر ہوا۔ کفار کے مال کو لوٹ کر آیا تھا عرض کیا میرا اسلام قبول کریں اور اس مال سے جنگ میں فائدہ اٹھائیں آپ نے فرمایا تمہارا اسلام لانا تو ہمیں قبول ہے لیکن یہ لوٹ کا سامان ہمیں قبول نہیں۔

عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ بَدْرٍ فَلَمَّا كَانَ بِحَرَّةِ الْوَبَرَةِ اَدْرَكَهُ رَجُلٌ كَانَ يُذْكَرُ مِنْهُ جُرْاَةٌ وَ نَجْدَةٌ فَفَرِحَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاَوْهُ فَلَمَّا اَدْرَكَهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئْتُ لِاَتَّبِعَكَ وَ اُصِيْبَ مَعَكَ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْ فَلَنْ اَسْتَعِيْنَ بِمُشْرِكٍ قَالَتْ ثُمَّ مَضٰى حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالشَّجَرَةِ اَدْرَكَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ اَوَّلَ مَرَّةٍ قَالَ فَارْجِعْ فَلَنْ اَسْتَعِيْنَ بِمُشْرِكٍ قَالَ ثُمَّ رَجَعَ فَاَدْرَكَهُ بِالْبَيْدَاءِ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ اَوَّلَ مَرَّةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَانْطَلِقْ۔
(مسلم کتاب الجہاد کراھیۃ الاستعانۃ فی الغزو بکافرٍ)

حضرت عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے وہ بتاتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف روانہ ہوئے اور جب الوبرۃ کے پتھریلے میدانوں میں پہنچے (جو مقام مدینہ سے چار میل پر واقعہ ہے) تو آپ سے ایک شخص ملا جس کی اپنی بہادری اور شجاعت میں بڑی شہرت تھی اور وہ بڑا جنگجو مشہور تھا اس کو دیکھ کر صحابہ بہت خوش ہوئے لیکن جب وہ حضور سے ملا اور عرض کیا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کے ساتھ جنگ کے لئے چلوں اور جنگ میں شامل ہوں تو حضور نے اس سے پوچھا کہ کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اس نے عرض کیا نہیں اس پر آپ نے فرمایا واپس چلے جاؤ میں کبھی بھی ایک مشرک سے مدد نہیں لے سکتا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب ہم شجرہ مقام پر پہنچے تو یہی شخص حضور سے ملا اور جو پہلے عرض کیا تھا وہی عرض کیا اس پر حضور نے بھی اس کو پہلے والا جواب دیا اور کہا کہ میں ایک مشرک سے کبھی مدد نہیں لوں گا۔ یہ سن کر وہ شخص پھر واپس ہو گیا لیکن مقام بیداء میں پھر حضور سے ملا اور پہلے والی عرض کی حضور نے بھی اس سے وہی پہلے والا سوال کیا اور فرمایا کہ کیا تم اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہو تب اس بار اس نے عرض کیا کہ ہاں! اس پر حضور نے اس سے فرمایا ٹھیک ہے اب تم ہمارے ساتھ چل کر جنگ میں شامل ہو سکتے ہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ لاف وگزاف کو پسند نہیں کرتا وہ دل کی اندرونی حالت کو دیکھتا ہے کہ اس میں ایمان کا کیا رنگ ہے۔ جب ایمان قوی ہو تو استقامت اور استقلال پیدا ہوتا ہے اور پھر انسان اپنی جان و مال کو ہرگز اس ایمان کے مقابلہ میں عزیز نہیں رکھ سکتا اور استقامت ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، لیکن جب استقامت ہوتی ہے تو پھر انعاماتِ الٰہیہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔"

(ملفوظات جلد سوم ص۵۱۵)

سچائی کا شہزادہ

(محترم عبدالسمیع خان صاحب استاذ الجامعۃ الاحمدیہ ربوہ)

دنیا میں خدا تعالیٰ کے ہزاروں لاکھوں راست باز اور صادق بندے پیدا ہوئے۔ مگر ان تمام راستبازوں کا شہنشاہ اور سچائی کا شہزادہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس تھا۔ جس کو حضرت مسیح علیہ السلام نے روح حق قرار دیا تھا۔

روح حق

حضرت مسیح علیہ السلام نے آج سے دو ہزار سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا :-

"مجھے تم سے اور بھی بہت سے باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا"۔ (یوحنا باب ۱۶۔ آیت ۱۲، ۱۳)

اس پیشگوئی کے مطابق عرب کی سرزمین میں اس فرد وحید نے جنم لیا جس نے تمام سچائیوں کو پورے کمال کے ساتھ انسانیت کے سامنے پیش کیا اور قرآن کریم کی شکل میں ایک ایسی جامع شریعت نوع انسانی کو عطا کی جس سے کوئی صداقت باہر نہیں ہے۔

صداقت سے معمور کتاب

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ قرآن کریم کا یہ معجزہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"کوئی صداقت نہیں جو اس سے باہر ہو۔ کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیط بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی نور نہیں جو اسکی متابعت سے نہ ملتا ہو"۔ (براہین احمدیہ جلد چہارم روحانی خزائن جلد اول ص ۶۶۴ حاشیہ)

ان صداقتوں کے بیان میں نہایت درجہ کا ایجاز ملحوظ رکھا گیا ہے فرمایا :-

"فرقان مجید نے اپنی فصاحت اور بلاغت کو صداقت اور حکمت اور ضرورت حقہ کے التزام سے ادا کیا ہے۔ اور کمال ایجاز سے تمام دینی صداقتوں پر احاطہ کر کے دکھایا ہے"۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد ۱ ص ۴۵۱ حاشیہ)

ان سچائیوں کا تعلق صرف ماضی سے ہی نہیں بلکہ ان کا دائرہ مستقبل کے ہر دور کو بھی احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

فرمایا :-

"کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو"۔

(سرمہ چشم آریہ' روحانی خزائن جلد ۲ ص ۷۱ حاشیہ)

انگلستان کے مشہور مستشرق اور ادیب تھامس کارلائل (۱۷۹۵ـ۱۸۸۱ء) قرآن کریم کی مدح میں یوں رطب اللساں ہیں :-

"میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے۔ یہ کتاب سب سے اول اور سب سے آخر جو خوبیاں ہو سکتی ہیں اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کی توصیف صرف اسی سے ہو سکتی ہے"۔

(بحوالہ نقوش رسول نمبر ۴ ص ۷۱)

مجسم سچائی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کامل سچائیوں کو صرف پیش نہیں فرمایا بلکہ ان سچائیوں کو اپنے وجود پر اس طرح وارد کیا کہ دیکھنے والوں نے **"کان خلقه القران"** (یعنی آپ تو مجسم قرآن ہیں) کہہ کر گواہی دی۔

(مسند احمد جلد ۶ ص ۹۱)

انگلستان کے مستشرق اور مورخ سر ولیم میور (۱۸۳۶ء۔۱۹۱۸ء) لکھتے ہیں :-

"محمدؐ کی سیرت اور ان کا کردار معلوم کرنے کے لئے قرآن ایک ایسا شفاف آئینہ ہے جس میں ہمیں سب کچھ صاف صاف نظر آجاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ابتدائی مسلمانوں میں یہ بات ضرب المثل کے طور پر مشہور تھی کہ آپ کی سیرت قرآن ہے"۔

(لائف آف محمد (انڈیا ایڈیشن) ص ۲۸)

فی الواقع آپؐ نے اس کائنات کی حقیقی اور سب سے بڑی صداقت یعنی اللہ تعالیٰ سے ایسا گہرا اور اٹوٹ تعلق قائم فرمایا کہ اس نے اپنا نام "الحق" آپ کو عطاء فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے **جاء الحق وزهق الباطل** (بنی اسرائیل آیت ۸۲)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"کئی مقام پر قرآن شریف میں اشارات اور تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے۔ چنانچہ قرآن

شریف میں اس بارے میں ایک آیت یہ بھی ہے **وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا**" کہہ! حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔

حق سے مراد اس جگہ اللہ جل شانہ اور قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔

(سرمہ چشم آریہ' روحانی خزائن جلد ۲ ص ۲۷۸ حاشیہ)

صدق میرا شفیع ہے

آپ خود فرماتے ہیں **الصدق شفیعی** (الشفاء جلد اول ص ۵۵' مکتبہ نعیمیہ لاہور باب خوفہ)

صدق میرا شفیع ہے۔ یعنی صدق ہی وہ خلق ہے جس نے مجھے خدا سے ملایا ہے اور اس کے ہمرنگ کر دیا ہے۔ اس لئے یقیناً آپ ہی اس بات کے مستحق تھے کہ کامل سچائی یعنی شریعت حقہ کاملہ کی امانت کا بوجھ اٹھائیں اور اسے دنیا کے سامنے پیش کریں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیاء و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الہٰی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلی و اصفا تھے۔ اس لئے خدائے جل شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا۔ وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو"۔

(سرمہ چشم آریہ' روحانی خزائن جلد ۲ ص ۷۱ حاشیہ)

ایک ہندوستانی لیڈر مسز اینی بیسنٹ صدر تھیوسوفیکل سوسائٹی (۱۸۴۷ء۔۱۹۳۳ء) اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتی ہیں :-

"ایک ذات جو مجسم سچائی ہے اس کے اشرف ہونے میں کیا شک ہے۔ ایسا ہی شخص مستحق ہوتا ہے کہ پیغام حق کا حامل بنے"۔

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول ص ۲۵)

مدراس کے ممتاز ہندو لیڈر سی پی رام سوامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں :-

"ان کی سچائی کی پیاس کو سوائے وحی الٰہی کے اور کوئی چیز نہ بجھا سکی"۔

(ایک آریہ کے چھ سوالوں کا جواب ص ۴۵)

(بحوالہ برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول ص ۳۱)

سچائی کی خاطر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد کل عالم میں کامل سچائی کو جاری کرنا اور ہر فرد بشر کو اس کا گرویدہ بنانا تھا۔ اس مقصد کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے اندازہ تکالیف برداشت کیں۔

ہندوستان کے پروفیسر اے آر وادیہ بیرسٹرایٹ لاء لکھتے ہیں :۔

"آپ نے صداقت اور راستبازی کی خاطر اور اس کی اشاعت میں سخت تکالیف برداشت کیں"۔

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول، حصہ سوم ص ۵۴)

انگلستان کے سر ولیم میور (۱۸۳۶ء۔۱۹۱۸ء) لکھتے ہیں :۔

"محمد نے تیرہ برس جو جدوجہد، حوصلہ شکنی، دھمکیوں، خطروں، استرداد اور سزاؤں کے مقابلہ میں جاری رکھی تاریخ اس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتی"۔

(لائف آف محمد مطبوعہ ۱۸۶۱ء)

یہی وجہ ہے کہ آپ کی لائی ہوئی سچائیاں سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی ہر تغیرو تبدل سے پاک ہیں۔

کیوں نہ محکم ہوں در و بام شریعت اب تک
اس عمارت میں ترا خون پسینہ دیکھا

بی ایس رندھاوا ہوشیارپوری تحریر کرتے ہیں :۔

"حضرت محمد صاحب کو جتنا ستایا گیا اتنا کسی ہادی اور پیغمبر کو نہیں ستایا گیا"۔

(عرض الانوار ص ۲۱۵)

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ یہ مضمون بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"آنحضرت اعلیٰ درجہ کے یکرنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے

ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجالائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں"۔

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱ ص ۱۱۲)

پہلا دور

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا پہلا دور ولادت سے دعویٰ نبوت تک ہے اور یہ تمام عرصہ آپؐ نے نہایت پاکیزگی کے ساتھ گذارا۔ اور آپؐ اپنی قوم میں صادق اور امین کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

تھامس کارلائل لکھتے ہیں :-

"آپ کی مقدس سیرت کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ بچپن ہی سے راستباز اور امین تھے۔ آغاز شباب سے آخر جوانی تک پاکبازی، زہد و تقویٰ اور عفت کا ایسا نمونہ پیش فرمایا جس کی مثال تاریخ پیش نہیں کر سکتی"۔

(ہیروز اینڈ ہیرو شپ، بحوالہ "محمد رسول اللہ" ص ۵۰)

پھر لکھتے ہیں :-

"وہ ان لوگوں میں سے تھا جو سوائے راستباز ہونے کے اور کچھ ہو نہیں سکتے۔ اور جس کو خود قدرت نے سچا اور راست باز پیدا کیا تھا"۔

(اعجاز التنزیل ص ۱۳۵، بحوالہ "برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول" ص ۹)

قوم کی گواہی

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو **انذر عشیرتک الاقربین** (شعراء آیت ۲۱۷) کا حکم ہوا تو آپ کوہ صفا کے اوپر چڑھ گئے اور تمام قبائل کو جمع کر کے فرمایا :-

ارئیتکم لو اخبرتکم ان خیلا" بالوادی برید ان تغیر علیکم اکنتم مصدقی قالوا نعم ماجربنا علیک الا صدقا"

(بخاری کتاب التفسیر سورہ شعراء)

آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مان لو گے۔ انہوں نے کہا ہاں، کیوں کہ جب بھی آپؐ سے معاملہ پڑا ہے آپ کو سچا پایا ہے۔ مکہ کے حالات سے باخبر لوگ جانتے ہیں کہ آپؐ کا یہ مطالبہ بڑا سخت تھا۔ کیوں کہ مکہ کے لوگوں کے جانور وادی میں چرا کرتے تھے اور وہ ایسا علاقہ ہے کہ اس میں لشکر کا چھپ رہنا ناممکن ہے۔ پس کفار کا کہنا کہ اس ناممکن بات کو بھی تم ہم سے بیان کرو گے تو ہم تمہیں سچا ہی قرار دیں گے بتاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف کفار سچا کہا کرتے تھے بلکہ وہ آپ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا ناممکن قرار دیتے تھے۔

روسی مفکر اور ادیب ٹالسٹائی (۱۸۲۸ء۔۱۹۱۰ء) لکھتے ہیں۔

"حضرت محمد نے چالیس سال تک نہایت پاکیزہ زندگی بسر کی۔ عرب کے تمام باشندے آپؐ کی صداقت، نیکی اور خلق کے رہین منت تھے........ آپ کے اخلاق کریمانہ، شرافت نفس اور صداقت تمام حجاز میں ضرب المثل کے طور پر مشہور تھی۔

(اسوۃ النبی ص ۴، بحوالہ "برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول" حصہ چہارم ص ۲۸)

سردار گوردت سنگھ دارا بیرسٹرایٹ لاء کہتے ہیں :۔

"جس جگ میں محبت کا معیار زر اور پریت کی پرکھ پیسہ ہو وہاں مال و متاع کے خریداروں کی دلداری بھلا بجز ریاکاری کہاں ہوتی۔ ایسے زمانے میں جب زر کا اس قدر زور ہو اور محبت کا عالمگیر قحط تو مکر و فریب سے بھاگنا اور راستی پر چلنا، جھوٹ سے کنارہ کرنا اور صادق اور امین کہلانا یہ کس کا کام ہے........... آؤ لوگو دیکھو یہ طلسم حق ہے۔ اے کانوں والو! اس صادق کو سنو یہ کان قرآن ہے یہ صداقت کا پیغام ہے۔

(محمد کی سرکار ص ۱۸، ۱۹، بحوالہ "برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول" حصہ دوم ص ۵۹)

ایک ہندو لیڈر رگھوناتھ سہائے ہیڈ ماسٹر کہتے ہیں :۔

"سارے قبیلہ کے لوگ اور تاجران کو نہایت راست باز، دیانتدار اور دیندار نوجوان سمجھتے تھے........ زمانہ پیغمبری سے پہلے بھی لوگ ان کو نہایت سچا اور ایمان دار خیال کرتے تھے۔

(پیغمبر اسلام ص ۱۹، ۱۰۳)

ہر داغ سے پاک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاکیزہ اور بے داغ زندگی کے گواہ وہ تمام لوگ ہیں جن کا کسی رنگ میں حضور سے واسطہ پڑا۔ ان میں آپؐ کے رشتہ دار بھی ہیں۔ آپ کے دوست اور ہمجولی بھی۔ آپ سے محبت کرنے والے بھی ہیں

اور آپ کے دشمن بھی۔ اور کسی کو یہ طاقت نہیں کہ وہ آپؐ کی زندگی کے کسی ذرہ پر بھی انگشت نمائی کرسکے۔ اور یہ آپ کی صداقت کا ذاتی بہت بڑا ثبوت ہے جو آپؐ نے خدا کے حکم سے اس طرح پیش فرمایا۔

فقد لبثت فیکم عمرا" من قبلہ افلا تعقلون (یونس آیت ۱۷)

کہ میں اس دعویٰ نبوت سے پہلے بھی ایک عرصہ دراز تم میں گذار چکا ہوں۔ اس عرصہ میں میری زندگی صداقت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہی ہے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ اب میں خدا پر جھوٹ باندھنا شروع کردوں یہ بات عقل کے خلاف ہے۔

روم کا بادشاہ ھرقل بھی اس راز کو پا گیا تھا۔ ۶ھ میں جب ہرقل کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی خط پہنچا تو اس نے تلاش کروایا کہ عرب کا کوئی آدمی ملے جس سے ہم اس مدعی کے حالات دریافت کریں۔ آخر ابوسفیان اور اس کا قافلہ جو تجارت کے لئے وہاں گیا ہوا تھا دربار میں حاضر کیا گیا۔ ہرقل نے ابوسفیان کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے کھڑا کر دیا اور کہا کہ اگر یہ جھوٹ بولے تو فوراً بتا دینا۔ اس سلسلہ گفتگو میں ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا **فھل کنتم تتھمونہ بالکذب قبل ان یقول ما قالہ قلت لا** کہ کیا تم لوگ اس کے دعویٰ سے پہلے اسے جھوٹا سمجھتے تھے' ابوسفیار کہتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ پھر یہ ممکن نہیں کہ وہ انسانوں پر تو جھوٹ نہ بولے اور خدا پر جھوٹ باندھنا شروع کردے۔ (بخاری کتاب بدء الوحی)

ابوسفیان کی اس گواہی کے پیچھے بے شمار شہادتیں سر اٹھائے کھڑی ہیں۔

چچا کی شہادت

طبعی طور پر سب سے پہلے آپ کے چچا حضرت ابوطالب کی گواہی پیش کرنی چاہیئے۔ جو پچاس سالہ مشاہدہ کا نچوڑ ہے۔ جنہوں نے حضور کی زندگی کا گہرا مشاہدہ کیا تھا۔ ہر بدلتے موسم میں حضور ان کی نگاہوں کے سامنے رہے اور وفات تک ان کی آنکھیں مسلسل حضور پر مرکوز رہیں۔

جب کفار نے حضرت ابوطالب کو مجبور کیا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اشاعت حق سے روک دیں تو اس موقع پر حضور نے حضرت ابوطالب کو خدا کی غیر معمولی محبت سے بھرا ہوا ایک جراتمندانہ لافانی جواب دیا تو حضرت ابو طالب آپؐ کے اور بھی گرویدہ ہو گئے۔ اور بے اختیار یہ شعر پڑھے۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمع
حتی اوسد فی التراب دفینا

ودعوتنی وزعمت انک ناصحی
ولقد صدقت وکنت ثم امینا

(دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۲ ص ۱۸۸)

اللہ کی قسم جب تک میں مر نہ جاؤں یہ لوگ تیرے قریب نہ پھٹک سکیں گے۔ تو نے مجھے اس دین کی طرف بلایا اور میں جانتا ہوں کہ تو میرا ہمدرد ہے اور تو سچا ہے اور امین بھی ہے۔

ایک دن قریش ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے یہ جو تیرا بھتیجا ہے نا اس نے ہمیں بڑا زچ کیا ہے۔ ہماری مجلسوں میں آ آ کر اور ہماری مسجد یعنی مسجد حرام میں آ آکر ہمیں تکلیف دیتا ہے۔ ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔ پس اس کو منع کر کہ یہ ہمیں اس طرح تنگ نہ کیا کرے۔ ابوطالب نے ان لوگوں کی بات سنی تو عقیل کو کہنے لگے جاؤ جا کر محمد کو بلا کر لاؤ عقیل کہتے ہیں کہ میں آپ کی تلاش میں نکلا اور ایک کچے اور چھوٹے سے گھر میں آپ مجھے مل گئے تو انہوں نے حضور سے کہا۔ دیکھ رہے ہو ان اپنے چچا زاد بھائیوں کو (یہ میرے پاس تمہاری شکایت لائے ہیں) یہ کہتے ہیں کہ تم ان کو بہت دکھ پہنچاتے ہو۔ ان کی مجلسوں میں جا جا کر انہیں تکلیف دیتے 'مسجد حرام کا بھی لحاظ نہیں کرتے وہاں جا کر بھی انہیں ایذاء دیتے ہو۔ بس کرو اب ان کو تنگ کرنا چھوڑ دو۔ حضورؐ نے ابوطالب کی بات سنی۔ قریش کی طرف نگاہ دوڑائی پھر اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھائیں اور قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا تمہیں یہ سورج نظر آرہا ہے نا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں نظر آرہا ہے۔ تب آپؐ نے فرمایا دیکھو اگر تم آسمان پر جا کر آگ کا شعلہ بھی زمین پر لے آؤ تو بھی یہ میرے بس میں نہیں کہ جو کام میں کر رہا ہوں وہ میں چھوڑ دوں۔ اس پر ابوطالب نے قریش سے کہا کہ میں نے کبھی بھی اپنے بھتیجے کو جھوٹا نہیں پایا اس لئے تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔

(دلائل نبوۃ بیہقی جلد ۲ ص ۱۸۶' دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اول ۱۹۸۵ء)

ابوطالب کے وہ الفاظ جو انہوں نے موت کے وقت طویل خطبہ میں کہے وہ بھی حضور کی سچائی کا غیر معمولی اعتراف ہیں۔ انہوں نے کہا :-

وانی اوصیکم بمحمد خیرا" فانہ الامین فی قریش والصدیق فی العرب قد جاء نا بامر قبلہ الجنان وانکرہ اللسان مخافۃ الشنان۔

(شرح المواہب زرقانی جلد اول ص ۲۹۵)

اے گروہ قریش میں تم کو محمد سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ قریش میں امین ہے اور عرب میں صدیق ہے وہ ایسا امر لایا جس کو دل نے تو تسلیم کر لیا مگر زبان نے بدنامی کے ڈر سے اس کا انکار کیا۔

شریک حیات کی تصدیق

حضرت ابو طالب زبان سے آپؐ کی نبوت کی تصدیق نہ کر سکے۔ لیکن حضرت خدیجہ کو خدا نے اس کے برملا اظہار کی توفیق دی۔ آپ قبیلہ اسد کی ایک نہایت شریف اور مالدار خاتون تھیں اور مکہ کی تجارت میں ان کا بڑا حصہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عین جوانی کے عالم میں تھے آپؐ کی عمر ۲۵ سال تھی اور آپ تجارت کرتے تھے اور آپ کی سچائی، امانت اور اعلیٰ اخلاق کا ہر طرف شہرہ تھا۔

حضرت خدیجہؓ نے حضور کو کچھ تجارتی مال دے کر شام کی طرف بھیجا اور اپنے غلام میسرہ کو بھی آپ کے ساتھ کر دیا۔ سفر سے واپسی پر میسرہ نے حضرت خدیجہ کو حضور کے اعلیٰ اخلاق کے متعلق شہادت دی تو حضرت خدیجہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے حضور کے بلند کردار خاص طور پر امانت و دیانت اور سچائی کا تذکرہ کیا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۵ ذکر تزویج النبی خدیجہ)

حضرت خدیجہ کی شنید دید میں تبدیل ہوئی اور بعد سے قرب پیدا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ان کے سامنے واضح تر ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ جب خدا نے رسول اللہ کو کامل سچائیوں کے اظہار کے لئے منتخب فرمایا تو خدا نے حضرت خدیجہ کے مقدر میں یہ سعادت لکھ دی کہ انہوں نے سب سے پہلے اس حق کو قبول کیا۔ اور ایک لمحہ بھی ہچکچاہٹ ان کے قریب نہیں پھٹکی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی وحی کے بعد گھر تشریف لائے اور آپؐ شریعت کے بوجھ سے گھبراہٹ محسوس کر رہے تھے تو حضرت خدیجہ نے آپ کی جن خوبیوں کا ذکر کر کے آپؐ کو تسلی دی ان میں صداقت اور امانت سے متصف ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر۔ سورۃ العلق، تاریخ طبری جلد ۲ ص ۴۷)

دوستوں کا اقرار

حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے بچپن کے ساتھی تھے ان کے لئے بھی آپ کی راست بازی سے معمور زندگی ہی آپ کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنتے ہی آپ کے پاس پہنچے اور تصدیق کرنا چاہی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ انہیں ٹھوکر نہ لگ جائے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ صرف یہ بتائیں کہ آپ نے دعویٰ کیا ہے۔ فرمایا ہاں۔ تو عرض کیا میں آپؐ پر ایمان لاتا ہوں۔ جس صداقت کا ابو بکر نے گذشتہ چالیس سال میں مشاہدہ کیا تھا ان کے نزدیک اس سے بڑھ کر رسول کریم کی

صداقت کی اور کونسی دلیل ہو سکتی تھی۔

اسی دلیل کو حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے دربار میں اپنے ایمان کی صداقت کے لئے پیش کیا۔ وفد قریش اور نجاشی کے سامنے انہوں نے اسلام سے قبل اپنی قوم کی بدکرداری کا ذکر کیا اور بتایا کہ خدا نے اپنے رسول کے ذریعہ ہمیں ان سے نجات دی اور اس موقع پر انہوں نے کہا :-

بعث اللہ الینا رسولا" نعرف نسبہ وصدقہ وامانتہ وعفافہ فدعانا الی اللہ تعالی

(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۹۰)

کہ اس حالت میں اللہ نے ہماری طرف اپنا ایک رسول بھیجا جس کی نجابت اور صدق اور امانت کو ہم سب جانتے ہیں۔ اس نے ہمیں توحید کی طرف بلایا اور ہم نے اسے قبول کرلیا۔

حضرت علی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے تو یہ بھی فرماتے **اصدق الناس لھجۃ**

(ترمذی ابواب المناقب باب صفتہ النبی)

"سب انسانوں سے بڑھ کر سچے اور کھرے تھے"۔

انگلستان کے مؤرخ اور ماہر عمرانیات ایچ جی ویلز (۱۸۶۶ء-۱۹۴۶ء) نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں اور ساتھیوں کے آپؐ پر ایمان لانے کو آپ کی پاکیزہ زندگی کی شہادت کے طور پر پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں :-

"یہ محمد کے صدق کی دلیل قاطع ہے کہ ان سے قربت رکھنے والے لوگ ان پر ایمان لائے حالانکہ وہ ان کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف تھے۔ اور اگر انہیں ان کی صداقت میں ذرہ برابر بھی شبہ ہوتا تو ان پر وہ ہرگز ایمان نہ لاتے"۔

(آؤٹ لائن آف ہسٹری بحوالہ نقوش رسول نمبر ۴ ص ۴۹۰)

مغرب کے مشہور محقق جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں :-

"یہ بات آپؐ کی صاف باطنی پر خوب دال ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے وہ آپ کے دوست اور اہل خانہ تھے۔ جو آپؐ کے عادات کے خوب واقف تھے۔ اگر معاذ اللہ آپ فریبی ہوتے تو یہ لوگ آپؐ پر ہرگز ایمان نہ لاتے۔ اور ان پر بھی آپؐ کا فریب ضرور ظاہر ہوتا"۔

(تائید محمد والقرآن بحوالہ "برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول" حصہ دوم ص ۴۶)

☆ ☆ ☆

"تیرے کام کے ساتھ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا"

حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدھا کا سفرِ آخرت

(محترم چوھدری رشید احمد صاحب سیکرٹری پریس ۔ لندن)

"اسلامی اور عیسوی تقویم کے مطابق ۲ اپریل ۱۹۹۲ء کی شب ختم ہو چکی تھی اور ۳ اپریل جمعۃ الوداع کا دن طلوع ہو رہا تھا ۱۲ بجکر چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ محترمہ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ چند ماہ سے علیل اور سینٹ جارجز ہسپتال ٹوٹنگ لندن میں زیر علاج تھیں جہاں جتنی انسانی کوششیں ممکن تھیں کی جا چکی تھیں مگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا سو اس نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔

رحلت کی یہ افسوس ناک خبر فوری طور پر اکناف عالم میں پھیلی ہوئی احمدیہ جماعت کے ممبران کو مختلف ذرائع مواصلات کے ذریعہ پہنچا دی گئی۔ اکثر احباب خبر سنتے ہی دعاؤں کا ورد کرتے ہوئے اور غم کی مجسم تصویر بنے بیت الفضل لندن میں اکھٹے ہوتے گئے۔

حضور اقدس اس سانحہ عظیم سے کچھ دیر قبل ہی حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی عیادت کر کے ہسپتال سے واپس لوٹے تھے لیکن ۱۲ بجے کے لگ بھگ تشویش ناک صورت حال کی اطلاع پاتے ہی اپنی بچیوں کے ہمراہ دوبارہ ہسپتال کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں مکرم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ وہ گیٹ پر لفٹ کے سامنے انتظار کر رہے ہیں جس سے حضور اقدس سمجھ گئے کہ تقدیر الٰہی جاری ہو چکی ہے چنانچہ آپ نے بچیوں کو سمجھایا کہ اگر انکی والدہ کی حالت تشویش ناک ہوتی تو ڈاکٹر صاحب بستر کا پہلو ہرگز نہ چھوڑتے۔ یہ وفات کی علامت ہے۔ بس اب صبر اور امتحان کا وقت آن پہنچا ہے۔ اس لئے بچیوں سے فرمایا کہ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم صبر کرو گی اور یہ کہ اب ہم وہی کریں گے جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے اور جس کی تلقین ایسے وقتوں میں ہمیں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا ۲۱ جنوری ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئیں اس طرح آپ کی عمر مبارک تقریباً ۵۶ سال دو ماہ بنتی ہے آپ مکرم محترم مرزا رشید احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی بیٹی تھیں اور اس طرح سیدنا حضرت مسیح موعود کی پڑپوتی تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ محترمہ سیدہ امتہ السلام صاحبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (اللہ آپ سے راضی رہے) کی بیٹی تھیں۔ دسمبر ۱۹۵۷ء میں آپ کی شادی سیدنا حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی

رہے) کے صاحبزادے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب سے ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے ۱۹۸۲ء میں منصب خلافت پر متمکن فرمایا اس طرح حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نے ۳۵ سال کا عرصہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زوجیت اور رفاقت میں گذارا۔

زندگی کے آخری ۱۰ سال خلیفہ وقت کی اہلیہ کی حیثیت سے آپ نے اپنے ذاتی آرام و آسائش اور خواہشات کی قربانی دیتے ہوئے جماعت احمدیہ کی والہانہ خدمات کی انجام دہی میں بسر کئے اور حضور اقدس کے ساتھ قدم بقدم خدمت سلسلہ میں بھرپور حصہ لیا بالخصوص حضور اقدس کی لندن ہجرت کے بعد جماعت احمدیہ عالمگیر کی مستورات سے مشفقانہ رابطہ اور انکی تربیت کا فریضہ جس محبت، لگن اور حسن اسلوب سے سرانجام دیا وہ کبھی آپ کی یاد کو احمدی خواتین کے دل سے محو نہ کرسکے گا۔

آپ کا وصال ایک عظیم جماعتی صدمہ ہے جس کی وجہ سے جماعت کا ہر مرد و زن، بچہ بوڑھا، جوان مغموم و محزون ہے لیکن ہم سب خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں اور انا للہ وانا الیہ راجعون کے وسیع اور پر معارف معنی کو بزبان مبارک حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پا چکے ہیں کہ ”جانے والا وجود تو اسی کی طرف لوٹ کر چلا گیا جس کا تھا اور جس کی طرف جانا تھا۔ ہم بھی اسی کے ہیں اس لئے اس کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے اور اپنے بقیہ ایام اسی کے لئے، اسی کی خوشنودی اور ہدایت کے مطابق گذاریں گے جس کے ہیں اور جس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں“۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے بارے میں یہ بشارت شادی سے قبل ہی مل چکی تھی کہ ”تیرے کام کے ساتھ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا“ چنانچہ آپ کی وفات پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔

”روزمرہ کے رہن سہن کے معیار کے حساب سے بعض ذہنی اور معاشرتی اختلافات کے باوجود اپنے بلند معیار زندگی کو ترک کرتے ہوئے ایک واقف زندگی کے ساتھ بڑے صبر کے ساتھ وقت گذارا۔ کبھی بوجھ نہیں ڈالا اور نہ کسی ایسی چیز کی خواہش کی جو میں انہیں دے نہیں سکتا تھا“۔

پھر فرمایا۔

”میں نے ان کی شدید بیماری کے پیش نظر تاریخی جلسہ قادیان پر جانے کا فیصلہ ان پر چھوڑ دیا تھا مگر انہوں نے اپنی شدید علالت، پتے کے کینسر (Cancer) کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس تاریخی سفر اور جلسہ پر جانے کا فیصلہ فرما کر میرے لئے اور ہم سب کے لئے اس تاریخی جلسہ کو ممکن بنایا اس لحاظ سے ہمارے تمام کاموں میں

شرکت کرتی رہیں ان کا یہ احسان مجھ پر ہمیشہ رہے گا"۔

شاید آپ کی اس عظیم قربانی کے باعث ہی اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر حضرت بیگم صاحبہ کو ہجرت کے دوران وفات کی سعادت عظیم نصیب کر گئی اور جس کو یہ سعادت نصیب ہو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عظیم خوشخبری ہے کہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود اس کے اجر کا ضامن ہے چنانچہ فرمایا۔

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف اپنے گھر سے ہجرت کر کے نکلے پھر اسے موت آجائے تو سمجھو کہ اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہو چکا اور اللہ بہت ہی بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے"۔

(سورہ النساء آیت ۱۰۱)

الغرض سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ۳۵ سالہ رفاقت اس بات کی شاہد ہے کہ انہوں نے ایک فقیر منش واقف زندگی' فعال خادم سلسلہ اور شب و روز دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و اشاعت نیز انسانیت کے دکھ اور درد دور کرنے میں کوشاں رہنے والے حضرت خلیفۃ المسیح کے ساتھ نہایت خلوص' پیار' صبر و رضا اور عملی تعاون سے لبریز زندگی بسر کرتے ہوئے اپنی جان' جان آفریں کے سپرد کی۔

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کے جسد اطہر جمعۃ الوداع کے روز ہی ہسپتال سے بیت الفضل لندن پہنچ چکا تھا جسے جماعت کے گیسٹ ہاؤس میں رکھا گیا اور جہاں ہزار ہا سوگوار احمدی خواتین نے رات گئے تک چہرہ مبارک کا دیدار کیا اگلے روز یعنی مورخہ ۴ اپریل ۱۹۹۲ء جنازہ کو صبح ۱۰ بجے کے قریب محمود ہال میں لاکر رکھ دیا گیا جہاں خاندان حضرت مسیح موعود کے افراد کے علاوہ دور دور سے آنے والی خواتین نے چہرہ کا دیدار کیا۔ دس بجکر ۳۷ منٹ پر جنازہ کو میت اٹھانے والی گاڑی میں دوبارہ رکھ کر سوگوار خدام و لجنہ کے قافلہ کے ساتھ اسلام آباد سرے (Surrey) پہنچایا گیا۔ پولیس کا ہراول دستہ بھی ساتھ تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے لندن سے اسلام آباد کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کے قافلہ میں کل ۹ کاریں تھیں۔ احباب جماعت کی سہولت کے لئے لندن سے اسلام آباد کے لئے کوچز کا بھی انتظام کیا گیا تھا اسی طرح بہت سے احباب ملک کے کونے کونے سے اپنی اپنی کاروں میں اسلام آباد سرے (Surrey) پہنچے۔

اسلام آباد میں عید الفطر اور نماز جنازہ کے لئے تین مارکیاں خاص طور پر نصب کی گئی تھیں ایک مردوں کے لئے دوسری عورتوں کے لئے۔ درمیان میں ایک چھوٹی سی مارکی تھی جہاں حضرت بیگم صاحبہ کا جسد اطہر رکھا گیا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ڈیڑھ بجے نماز ظہر و عصر پڑھائی اور اس کے بعد جنازہ کو خدام نے کندھا دے کر مردانہ مارکی میں لے جاکر رکھا اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی اس وقت تک دنیا بھر سے تقریباً پانچ ہزار احمدی احباب مرد و زن جنازہ کے لئے پہنچ چکے تھے۔ بعض غیر احمدی شرفاء جن میں مسٹر ٹام کاکس (ممبر برٹش

پارلیمنٹ)، مسٹر پیٹرک لائڈ فارنہم کے لائیژان آفیسر (Laison officer) اور حضور کے دوست سردار ہمت سنگھ صاحب آف جرمنی کے بھائی کھرابندا صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔

یورپ کے مختلف ممالک کے علاوہ پاکستان، امریکہ، کینیڈا، اور انڈیا سے بھی احباب جماعت نماز جنازہ کے لئے پہنچے اسی طرح ماریشس، گھانا کے نمائندگان نے بھی جنازہ میں شرکت کی۔

حضرت بیگم صاحبہ کی نماز جنازہ یورپ کے بیشتر ممالک میں ٹیلی کاسٹ کی گئی اور ان ممالک کے احمدیوں نیز انگلستان کی ان جماعتوں نے جو جنازہ میں اسلام آباد شرکت نہیں کر سکی تھیں اپنی اپنی جگہوں پر اپنے مقامی امام کی اقتداء میں بیک وقت نماز جنازہ اس طرح ادا کی کہ ہر مقامی امام حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی آواز پر تکبیر بلند کرتا رہا۔ یہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں پہلا جنازہ ہے جو ٹیلی کاسٹ ہوا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے نہ صرف انکی زندگی کو خدمت دین کا نمونہ بنایا بلکہ انکی وفات کو بھی جماعتی محبت، یک جہتی، باہمی یگانگت اور خلیفہ وقت کی اطاعت کا بے نظیر نمونہ بنا دیا۔ بلاشبہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے یہ عظیم سعادت ان سے خوشنودگی کا بہت ہی پیارا اظہار ہے۔

دو بجکر ۳۵ منٹ پر جنازہ کا قافلہ اسلام آباد سے تدفین کے لئے بروک وڈ (Brookwood) کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا جسے مقامی پولیس کے دو موٹر سائیکل سواروں نے Escort کیا۔ جنازہ کی گاڑی تین بجکر ۱۲ منٹ پر بروک وڈ قبرستان میں واقعہ "احمدیہ قبرستان" میں پہنچی جہاں پہلے ہی ہزاروں سوگوار احمدی غمگین دلوں سے انتظار میں کھڑے تھے۔ تین بجکر ۲۷ منٹ پر میت لحد میں اتاری گئی اس طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے معموم دل، غمزدہ آنکھوں اور پرسوز دعاؤں کے ساتھ اپنے دست مبارک سے اپنی محبوب رفیقہ حیات کو سپرد خاک کیا تدفین کے بعد تین بجکر ۴۰ منٹ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی دعا کرائی۔ جو تین بجکر ۵۰ منٹ پر ختم ہوئی۔ اس موقع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دیگر ممالک سے آنے والے امراء جماعت احمدیہ اور دیگر نمائندگان نیز جماعت احمدیہ انگلستان کے سرکردہ احباب، معزز مہمانان، کارکنان مرکزی دفاتر اور خاندان حضرت مسیح موعود کے افراد جو اظہار تعزیت کے لئے آئے ہوئے تھے معانقہ فرمایا اور ان سب کا شکریہ ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں مقام خاص عطا فرمائے ہر لحظہ درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ انکی تربت پر ہمیشہ اس کے فضلوں اور رحمتوں کی بارش برستی رہے اور ہمارے پیارے آقا، اور ان کے بچوں، حضرت بیگم صاحبہ کی بہنوں اور بھائیوں نیز خاندان حضرت مسیح موعود کے تمام افراد کو اس عظیم صدمہ کے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

❀ ❀ ❀

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی وفات حسرت آیات
پر
قرار دادہائے تعزیت

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا

مجلس شوریٰ پاکستان

جماعت ہائے احمدیہ کی تہترویں مجلس شوریٰ ایسے حالات میں منعقد ہو رہی ہے جب ہر احمدی کی آنکھیں اشکبار اور دل غمگین ہیں۔ ابھی چند روز قبل مورخہ ۳ اپریل کو حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۵۶ سال کی مختصر عمر میں ہم سے رخصت ہو کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم سب اس کی امانت ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ حضرت سیدہ موصوفہ بھی ہمارے اللہ کی امانت تھیں اور اس نے اپنی حکمت اور مصلحت کے تحت اپنی امانت ہم سے واپس لے لی۔ ہم اپنے رب کی رضا پر راضی اور اس کی تقدیر پر شاکر ہیں کہ بلانے والا ہمیں جانے والے سے زیادہ پیارا اور زیادہ محبوب ہے۔ ہم اسی پر توکل کرتے ہیں اور اس محبوب ازلی کی طرف سے آنے والے اس بھاری امتحان کو قبول کرتے ہیں۔ **انی مع اللہ فی کل حال** ہمارے دل کی صدا اور ہماری روح کی آواز ہے۔

حضرت سیدہ موصوفہ کی وفات سے دل میں پیدا ہونے والا غم ساری دنیا میں بسنے والے تمام احمدیوں کے لئے مشترک ہے اور سب کا صدمہ سانجھا ہے۔ لیکن ہم پاکستانی احمدیوں کے لئے صدمہ کی یہ کیفیت زیادہ ہی کرب انگیز ہے۔ کہ ہم جو اپنے امام کا چہرہ دیکھ کر جیتے اور اس کی آواز سن کر زندگی پاتے رہے اور جنہوں نے ـ

سیکھا ہے بیٹھنا اٹھنا چلنا پھرنا فقط امام کے ساتھ

اور جو ایک لمبے عرصے سے اس محبوب چہرے کی دید سے محروم اور اس سے جدائی اور فرقت کے کرب میں مبتلا چلے آرہے ہیں غم کی اس گھڑی میں اور صدمہ کی اس ساعت میں بھی اس سے دور ہیں۔

فکروں سے دل حزیں ہے　جاں درد سے قریں ہے
جو صبر کی تھی طاقت　ہم میں وہ اب نہیں ہے

حضرت سیدہ موصوفہ اپنی کمزور صحت اور کم گو و کم آمیز طبیعت کے باوجود ہمیشہ ہمارے امام کی ضروریات کا خیال

رکھتیں انہیں آرام اور تسکین پہنچانے کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتیں۔ اور یہ دھیان رکھتیں کہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو ایسا خوشگوار اور پر سکون گھریلو ماحول ملے کہ حضور کسی پریشانی اور الجھن کے بغیر اپنے عظیم الشان جماعتی فرائض سرانجام دے سکیں۔ اس لحاظ سے عالمگیر جماعت احمدیہ کا ہر رکن آپ کا ممنون احسان ہے۔ اس احسان کے پیش نظر حضرت سیدہ موصوفہ کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم ان کے لئے دعائیں کریں کہ ہمارا ازلی اور ابدی خدا انہیں اپنی رحمت اور بخشش اور عفو کی چادر میں ڈھانپ لے اور جس طرح اس دنیا میں آپ ہمارے مہربان مولیٰ کے سایہ رحمت میں رہیں اسی طرح دوسری دنیا میں بھی ہمارے رحیم اور ودود خدا کی رحمت کے سایہ میں زندگی گذاریں۔

اے ہمارے رحیم اور کریم خدا! اے ہمارے مہربان اور رؤوف آقا! تیری پیار اور محبت کی نظر ان پر رہے اور سکون اور اطمینان انہیں عطا ہو اور تیرے مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جن کی وہ غلام زادی اور تیرے برگزیدہ مسیح موعود جن کی وہ بیٹی اور بہو ہیں کا قرب انہیں نصیب ہو آمین!

ہم حضور ایدکم اللہ بنصرہ العزیز کے دور افتادہ اور مہجور غلام اپنے دلوں میں غم کی وہ کسک محسوس کرتے ہیں اور صدمہ کی اس کیفیت کا احساس رکھتے ہیں جو ہمارے محبوب امام کے دل پر گذر رہی ہے اور جس کو حضرت سیدہ موصوفہ کی بچیاں اور عزیز محسوس کر رہے ہیں۔ ہماری اپنے مہربان خدا سے یہی التجا ہے کہ وہ ہمارے امام کے دل کو سکینت اور قرار عطا فرمائے۔ حضرت سیدہ موصوفہ کی بچیوں اور تمام عزیزوں کو صبر اور سکون سے نوازے!

اے ہمارے رب! اے ہمارے رحیم و رؤوف مولیٰ! ہمارے پیارے کو اپنی پناہ میں رکھ۔ جس پیار اور محبت اور شفقت اور احسان کا سلوک ہمارا محبوب امام ہم سے کرتا ہے اس سے بڑھ کر پیار اور محبت کا سلوک تو اس سے کر! شفقت اور احسان کی نظر سے اسے دیکھ! ہر خوشی اس کو عطا کر اور ہر دکھ اور ہر صدمہ سے اسے بچا!

اے ہمارے مالک! اے ہمارے محسن اور مہربان خدا! ہم فرقت زدگان پر بھی اب رحمت کی نظر فرما! جدائی اور ہجر کے کرب سے ہمیں نجات دے اور دوری کی طویل گھڑیوں کو قربت کے پر مسرت لمحات سے بدل دے آمین!

تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

مجلس تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان اپنے اس خصوصی اجلاس میں حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی رحلت پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس موقعہ پر ہم اپنے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں ہی اپنی کیفیت کا اظہار کرتے ہیں۔

"العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا مایرضی بہ ربنا"

سیدہ موصوفہ حضرت صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب کی صاحبزادی، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی نواسی تھیں اور

سب سے بڑھ کر یہ کہ سیدہ موصوفہ کو ہمارے پیارے امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی حرم محترم اور اس طرح حضرت المصلح الموعود کی بہو ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپ کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ۳۴ سال سے زائد عرصہ کی رفاقت حاصل رہی اور اس سارے عرصہ میں آپ بہترین رفیقہ حیات ثابت ہوئیں۔ آپ نے خلافت کی عظیم ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا پوری وفاداری سے ہاتھ بٹایا۔ ربوہ اور پھر لندن میں آٹھ سالہ قیام کے دوران اور اسی طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختلف ممالک کے دوروں کے دوران آپ خواتین سے ذاتی ملاقاتوں اور خطابات کے ذریعہ ان کی راہنمائی فرماتی رہیں۔

آپ کو یہ شرف بھی حاصل رہا کہ آپ نہ صرف تمام بیرونی ممالک کے دوروں میں حضور کے ساتھ رہیں۔ بلکہ آپ نے صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان منعقدہ ۱۹۹۱ء کے موقعہ پر علالت طبع کے باوجود اس تاریخی اجتماع میں شرکت کی توفیق پائی۔

آپ بہت ہی اعلیٰ اوصاف حمیدہ کی مالک تھیں۔ نہایت سادہ طبع کم گو اور مثالی خاتون تھیں۔ غریب پروری اور دوسروں کے دکھ درد میں شرکت آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کی گفتگو میں ہمیشہ پیار و محبت اور لطیف مزاح کا امتزاج پایا جاتا تھا۔ اپنی بچیوں کی تربیت میں آپ کا نمایاں حصہ تھا۔ آپ ۱۹۸۴ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے پاکستان سے ہجرت کے تاریخی سفر میں حضور کے ہمراہ تھیں۔ آپ نے ہجرت کا دور اور بیماری کا طویل عرصہ نہایت صبر و رضا کے ساتھ گزارا۔ اور اس غریب الوطنی ہی میں اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئیں۔

"بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر"

اس موقعہ پر ہم اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت سیدہ مرحومہ کی دختران کرام' بھائیوں' ہمشیرگان' خاندان حضرت مسیح موعود کے جملہ افراد اور عالمگیر جماعت احمدیہ کے ساتھ دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس صدمہ اور غم کی گھڑی میں ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپ کی بچیوں کا حامی و ناصر ہو اور سیدہ موصوفہ کے سب لواحقین و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت سیدہ موصوفہ کو اپنی مغفرت اور رحمت کی چادر میں لپیٹ لے اور اعلیٰ علیین میں اپنے قرب سے نوازے۔

مجلس عاملہ انصار اللہ ضلع کراچی

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم سیدنا و امامنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے وصال پر ہمارے دل مغموم ہیں۔ آپ صفات حسنہ کی مالک تھیں۔ خلیفۃ المسیح کی رفیقہ حیات ہونے کے ناطے آپ نے تمام ذمہ داریوں کو نہایت احسن رنگ اور محنت سے انجام دیا۔ ۱۹۸۴ء سے وطن عزیز سے ہجرت سے لے کر آخر

دم تک آپ نے نہایت استقلال اور خندہ پیشانی سے وقت گذارا اور ہر حال میں ہمارے پیارے امام کا ساتھ دیا۔ حضور انور کے ساتھ یورپ، امریکہ، افریقہ اور آسٹریلیا کے براعظموں کے دوروں میں تشریف لے گئیں اور جماعت احمدیہ کی خواتین کی روحانی تربیت کا باعث بنیں۔ اور آپ نے سفر و حضر میں امام وقت کا بے حد خیال رکھا۔ قادیان کے سو سالہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضور ایدہ الودود کے ساتھ تشریف لے گئیں۔

حضرت سیدہ صاحبہ لاتعداد خوبیوں کی مالک تھیں۔ آپ نہایت خوش طبع، منکسر المزاج، بااخلاق، نرم خو، کم گو، سنجیدہ اور تصنع سے پاک و سادہ طبیعت، بچوں اور غریبوں سے ہمدردی اور شفقت کرنے والی تھیں۔

ہم ممبران عاملہ مجلس انصار اللہ ضلع کراچی حضرت سیدہ صاحبہ کی رحلت پر دلی رنج و غم اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔

"بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر"

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا کو حفظ و امان میں رکھے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضور ایدہ اللہ کو صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"یقیناً یاد رکھو کہ ابتلاء اور امتحان کی شرط ہے اس کے بغیر ایمان، ایمانِ کامل ہوتا ہی نہیں اور کوئی عظیم الشّان نعمت بغیر ابتلاء ملتی ہی نہیں ہے۔ دُنیا میں بھی عام قاعدہ یہی ہے کہ دُنیاوی آسائشوں اور نعمتوں کے حاصل کرنے کے لئے قسم قسم کی مشکلات اور رنج و تعب اُٹھانے پڑتے ہیں۔ طرح طرح کے امتحانوں میں سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر کامیابی کی شکل نظر آتی ہے اور پھر بھی وہ محض خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ پھر خدا تعالیٰ جیسی نعمتِ عظمیٰ جس کی کوئی نظیر ہی نہیں یہ بدُوں امتحان کیسے میسّر آسکے۔

پس جو چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو پاوے اُسے چاہیئے کہ وہ ہر ایک ابتلاء کے لئے تیار ہو جاوے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۵۱)

قمران سے کشمیر تک

(محترم شیخ عبد القادر صاحب - لاہور)

۱۹۷۸ء میں لنڈن میں انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد ہوا جس کا عنوان تھا کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ بچا لئے گئے۔ اس کانفرنس میں حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) نے بھی خطاب فرمایا اور نصاریٰ مغرب کے چیلنج کو قبول کیا کہ وہ اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ اس کانفرنس کی وجہ سے عیسائی حلقوں میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ لندن میں اس کانفرنس کی کارروائی کو ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت "بلیک آؤٹ" کیا گیا لیکن پھر بھی مغرب کے کئی اخبارات نے اس کی رپورٹ شائع کی۔ لندن کے کے سب سے بڑے سکالر جنکی ایک کتاب ۳۰ لاکھ سے اوپر شائع ہوئی ہے۔ ڈاکٹر شون فیلڈ Hugh Schonfield ہیں۔ وہ اس امر کے تو قائل ہیں کہ حضرت مسیح زندہ صلیب سے اتار لئے گئے لیکن ان کا ادعا ہے کہ وہ زخموں کی تاب نہ لا کر بعد میں فوت ہو گئے۔ اور ان کے شاگردوں نے اپنے آقا کو کسی مخفی جگہ دفن کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے کانفرنس کے مقالات میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا اور جب کانفرنس کی روئداد "Truth about Crucifiction" کے نام سے شائع ہو گئی تو انہوں نے اس کتاب کو سامنے رکھ کر ایک تصنیف کے لئے قلم اٹھایا جو کہ ۱۹۸۴ء میں لندن میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا نام The Essene Odyssey ہے۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ وادی قمران سے جو بیش بہا صحیفے ملے ہیں اور ان میں ایک صادق استاد کا ذکر ہے جو موت کے منہ سے بچایا گیا اور ہجرت کر گیا۔ اس کی آئندہ زندگی ایک گہرا راز ہے۔ جماعت احمدیہ کے نظریہ نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا۔ اور پتہ لگتا ہے کہ سچا استاد یروشلم کو چھوڑ کر کشمیر چلا گیا تھا وہاں اسکی وفات ہوئی اور محلہ خانیار میں جو قبر ہے وہ دراصل اسی اسرائیلی پیغمبر کی ہے۔ چنانچہ ان کی کتاب کے انٹروڈکشن کا عنوان From Qumran To Kashmir ہے اس کتاب میں احمدی سکالرز کی تحقیق کو سراہا گیا۔ اس عاجز کے مقالے کا بھی ذکر اور حوالے ہیں فی الجملہ ان کے نظریہ کی غرض و غائت یہ ہے۔

جماعت احمدیہ کی تحقیق اس ترمیم کے ساتھ ہم قبول کر سکتے ہیں کہ کشمیر کے یوز آسف سے مراد "مسیح ناصری" نہیں بلکہ وہ "سچا استاد" ہے جس کا ذکر صحائف قمران میں جگہ جگہ ہوا ہے۔

ڈاکٹر شون فیلڈ کے نزدیک دنیا کے سکالرز جو کہ صحائف قمران پر کام کر رہے ہیں "سچے استاد" کی شخصیت کو ایک Mystery سمجھتے ہیں لیکن یہ راز جماعت احمدیہ کی تحقیق کی رو سے تاریخ کی روشنی میں آجاتا ہے۔ ڈاکٹر شون فیلڈ

کہتے ہیں کہ صادق استاد کو "یوسف آسف" کہا گیا۔ یوز آسف' دراصل "یوسف آسف" ہے۔ جو کہ حضرت مسیح سے کم و بیش دو سو سال پہلے کا ایک فرستادہ ہے۔ جس کو یروشلم کے کاہنوں نے موت کے گھاٹ اتار دینا چاہا۔ لیکن وہ بچ گیا اور یروشلم کو چھوڑ کر بلاد شرقیہ کے لئے عازم سفر ہو گیا۔ ڈاکٹر شون فیلڈ' صحائف قمران پر سند کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس موضوع پر بعض کتابوں کے مصنف ہیں۔ اس کے علاوہ یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں "قمران" کے نوشتوں پر مسلسل کام ہو رہا ہے اور دنیا کے سکالرز "سچے استاد" کی شخصیت کے راز کو وا نہیں کر سکے لیکن ڈاکٹر شون فیلڈ نے ایک عجیب و غریب نظریہ پیش کر کے اپنی دانست میں احمدیوں سے پیچھا چھڑا لیا اور دنیا کے علماء کو بھی مطمئن کر دیا کہ "سچے استاد" کی بقیہ زندگی مل گئی ہے۔ وہ وادی قمران سے روانہ ہو گیا جو کہ یروشلم سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے شام و میسو پوٹیمیا بعد میں سیاحت کی وہاں سے کشمیر میں وارد ہوا۔ کشمیر میں جا کر فوت ہو گیا۔ اس مرحلہ پر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دنیا کے بعض علماء اس نظریہ کے داعی ہیں کہ "فرستادہ قمران" یا "سچے استاد" سے مراد سوائے "حضرت مسیح" کے اور کوئی نہیں۔ چنانچہ کیمبرج کے ڈاکٹر ٹیچر Tiecher نے اس موضوع پر بہت سے مقالے لکھے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ "صادق استاد" اور "حضرت مسیح" دراصل ایک ہی ہیں۔ اسی طرح اسرائیل یونیورسٹی کے ایک بہت عالم نے عبرانی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں یہی ثابت کیا کہ صحائف قمران میں "دستور العمل" کے نام سے جو صحیفہ ہے وہ حضرت مسیح کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ کیونکہ صحائف قمران کے "فرستادہ حق" سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام کا وجود با وجود ہے۔ ظاہر ہے کہ "صادق استاد" کے لئے علماء میں اختلاف ہے۔ مختلف نام لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کا اصل نام بوجوہ نہایت مخفی رکھا گیا۔ ڈاکٹر شون فیلڈ نے "یوسف آسف" اس کا نام بتایا۔ کسی نے اس سے مراد یہودی تاریخ کی کوئی اور شخصیت لے لی۔ لیکن بعض جید علماء نے اس سے مراد حضرت مسیح ناصری کو لیا ہے۔

اگر "صادق استاد" سے مراد حضرت مسیح ہیں۔ تو جماعت احمدیہ کا نظریہ بالکل سچا ثابت ہو جاتا ہے اور اسے "صحائف قمران" کی بین تصدیق اور تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ راقم نے صحائف قمران اور "صادق استاد" کے موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے۔ میری دو کتابیں اس سلسلہ میں قابل مطالعہ ہیں۔ یعنی

۱۔ اصحاب کہف کے صحیفے اور

۲۔ صحائف قمران

ان دو کتابوں میں' میں نے ثابت کیا ہے کہ "صادق استاد" سے مراد' حضرت مسیح علیہ السلام کی شخصیت ہے۔ راقم کی تحقیق کے بعد یروشلم یونیورسٹی کے یہودی عالم کا مقالہ شائع ہوا جس میں انہوں نے اس نظریہ کی تائید اور تصدیق کی کہ "صحائف قمران" میں "صادق استاد" سے مراد حضرت مسیح ہیں۔

کشمیر کی پرانی تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح ناصری بیت المقدس سے وادی اقدس کشمیر میں (مرفوع) یعنی

ہجرت فرما ہوئے اور یہاں وہ یوز آسف کے نام سے موسوم ہوئے۔ کوہ سلیمان کے کتبات کے حوالے سے پرانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یوز آسف سے مراد "یسوع پیغمبر بنی اسرائیل" ہیں اور سب سے بڑھ کر ہندوؤں کے نویں پران "بھوشیہ مہا پران" کا حوالہ موجود ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ عیسیٰ مسیح ایک باہر کے ملک سے "ہمالہ دیش" میں وارد ہوئے۔ یہ سب حوالے Holger Kersten نے اپنی کتاب Jesus lived in India میں پیش کئے ہیں اور ان کا عکس بھی دیا ہے۔

ان حوالوں سے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ صادق استاد کوئی اور وجود نہیں بلکہ حضرت مسیح ناصری کی شخصیت اس نام میں پنہاں ہے۔

ڈاکٹر شون فیلڈ نے بھوشیہ مہاپران کے حوالے پر تنقید کی ہے اور اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا لیکن افسوس کہ انہوں نے اصل حوالے کی بجائے ایک "محرفہ حوالہ" لے لیا اور اس پر اپنی تنقید کی بنیاد رکھدی۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ ڈاکٹر شون فیلڈ سراسر "محرفہ حوالہ" کو پیش نظر رکھ کر اس کو توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور ان کا ادعا ہے کہ اس حوالے کے پہلے حصہ میں "یوساشافت" کا ذکر ہے یہ عبرانی پیغمبر قبل مسیح کا ہے اور دوسرے حصہ میں "عیسیٰ مسیح" کا ذکر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح۔ اسلامی دور کی تحریف ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل حوالے میں یوساشافت کا نام سرے سے موجود ہی نہیں۔ اور عیسیٰ مسیح کو "ایشا مسیح" کہا گیا جو کہ اسلامی دور سے پہلے بھی قرون اولیٰ میں متداول ہے۔

ڈاکٹر Perinder نے اپنی کتاب Jesus in Quran میں اس کا حوالہ بھی دیا ہے کہ حضرت مسیح کو ایسا کہتے تھے۔ ہمارا چیلنج ہے کہ بھوشیہ پران کے حوالے میں یوساشافت کا نام دکھاؤ جو سرے سے موجود نہیں۔ ڈاکٹر شون فیلڈ کو سراسر دھوکہ ہوا ہے۔

اصل حوالہ میں ہے کہ راجہ شالباہن سے ملاقات کے وقت باہر سے آنے والے فرستادہ نے کہا کہ "میری پیدائش ایک کنواری کے بطن سے ہوئی (اس لئے) میں خدا کا بیٹا ہوں" محرفہ حوالہ میں ہے "میں یوساشافت ہوں مجھے ایک عورت نے جنم دیا" کنواری کا بیٹا اور "ابن اللہ" حذف کر دیا گیا انجیل میں ہے آدم خدا کا بیٹا ہے۔ اسی طرح یسوع کے لئے ہے کہ بن باپ پیدائش کے باعث وہ خدا کا بیٹا ہے (لوقا 1/35 ، 2/38) حضرت مسیح اس مفہوم میں خدا کے بیٹے تھے۔

ہندوستان کے معروف سنسکرت سکالر پروفیسر کوسامبی کا انگریزی ترجمہ ملاحظہ ہو جو کہ رابرٹ گریوز کی کتاب Jesus in Rome میں شائع ہوا ہے بھوشیہ مہاپران میں ایک مربوط حوالہ ہے اسے توڑا نہیں جا سکتا ڈاکٹر شون فیلڈ نے پہلے حصہ کو ایک عبرانی فرستادہ "یوساشافت" کا مکالمہ قرار دیا دوسرے حصہ کو دور اسلامی کی تحریف کہا۔ یہ

سراسر دھوکا ہے۔ سب سے اول پنڈت منسارام نے "بھوشیہ پران کی ریوحتا" میں راجہ شالباہن اور عیسیٰ مسیح کے مکالمہ کا ترجمہ شائع کیا۔ اس میں "کنواری کا گربھہ " سے پیدا ہونے اور خدا کا بیٹا کہلانے کا ذکر ہے "یوسا شافت" کا نام ونشان نہیں۔

اس کے بعد بھارت میں بھوشیہ پران کا ہندی ترجمہ دو جلدوں میں شائع ہوا اس میں بھی "یوسا شافت" مفقود ہے۔

پروفیسر کوسامبی نے اصل حوالے کا ترجمہ کیا جو کہ

Jesus in Rome

میں شائع ہوا اس میں بھی یوسا شافت نہیں ہے۔ Holger Kersten نے ۱۹۸۳ء میں Jesus lived in India میں اس حوالے کا مستند ترجمہ شائع کیا ہے اس میں بھی یوسا شافت کا نام ناپید ہے۔ سری نگر کے علماء نے بھی "مسٹریز آف کشمیر" میں اعلان کیا کہ یوسا شافت والا حوالہ محرفہ ہے۔ اس کا کوئی وجود نہیں۔ ڈاکٹر شون فیلڈ لندن میں رہتے ہیں کیوں نہ انہوں نے آکسفورڈ کے سنسکرت علماء سے پوچھ لیا۔ بایں صورت وہ اس غلطی سے بچ جاتے۔

پس جب بنیاد ہی غلط ہے اس پر عمارت کب ٹھہر سکتی ہے۔ سب سے اول بھوشیہ پران کا محرفہ حوالہ خواجہ نذیر احمد صاحب بار ایٹ لاء نے

Jesus in Heaven on Earth

میں شائع کیا اور ظاہر یہ کیا ہے کہ اس حوالے کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر شوناتھ شاستری نے کیا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ تحریف کی ذمہ داری کس پر ڈالیں؟ بہرکیف تحریف کا راز طشت ازبام ہو چکا ہے۔

دُکھ دی وَنڈ

کتنے دامن پھیلے تھے ۔ کتنی آنکھیں بھیگی تھیں
کتنے لمحے بیتے تھے ۔ کتنی آسیں جاگی تھیں
کتنے جذبے مچلے تھے ۔ کتنی دعائیں مانگی تھیں
سچّے دلوں سے نکلی تھیں

جب ساجن کی نگری سے ۔ سُکھ سندیسے آتے تھے
سُکھ سندیسے آ آ کر ۔ سجدوں کو مہکاتے تھے
چاند اُمیدوں کے اُس دم ۔ بام و دَر کو سجاتے تھے
حمد سے دِل بھر جاتے تھے

ہائے اب اُمّیدوں کا ۔ یہ موسم بھی بیت گیا
ایک پیارے ساجن کے ۔ مَن مَندر کا میت گیا
گیت جو دِل میں رہتا تھا ۔ میت گیا تو گیت گیا
ہم ہارے وہ جیت گیا

ساجن کی نگری سے آج ۔ دَرد سنیہا آیا ہے
اَب اُس پیار کی بستی پر ۔ غم کا گہرا سایا ہے
پھول سا ہر اِک چہرہ واں ۔ مُرجھایا مُرجھایا ہے
رنگ خزاں کا چھایا ہے

ساجن جی یہ کہتے ہیں ۔ یہ اِیشر کی لیلا ہے
اُس کی اِچّھیا پر واری ۔ سارے جگ کی اِچّھیا ہے
اَب بھی یہ دُکھیارا مَن ۔ گیت اُسی کے گاتا ہے
شُکر زباں پر لاتا ہے

(میجر ریٹائرڈ منظور احمد۔ ساہیوال)

کامل محبّت اور کامل وفاداری اور کامل ہمّت

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے

”جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مُبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبّت اور کامل وفاداری اور کامل ہمّت کے ساتھ جُھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدان میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے۔ پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہِ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ تب اس کی رُوح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوتِ جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جلّ شانہٗ اس کام کو پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مادی اسباب پر ڈالتا ہے جس سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسبابِ طبیعہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور اگر قحط کے لئے بد دعا ہے تو قادرِ مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات اربابِ کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل کی دعا میں ایک قوتِ تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہٖ تعالیٰ وہ دعا عالمِ سفل اور علوی میں تصرّف کرتی ہے اور عناصر اور اجرامِ فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤید مطلوب ہے۔ خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابتِ دعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیاء ان دنوں تک عجائبات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے۔“

(برکات الدعا صفحہ ۱)